کی محنت وجانکاہی کی داد دینگے۔ اللہ تعالیٰ انہیں خدمت علم ودین کی بیش ازبیش توفیق عطا فرمائے قیمت درج نہیں۔ ہندوستان میں یہ رسالہ غالباً سیوہارہ ضلع بجنور، محلہ قاضیان مصنف کے پتہ پر مل سکیگا۔

"مسئلہ قومیت" ازمولانا ابوالاعلیٰ مودودی، اڈیٹر ترجمان القرآن تقطیع ۲۰×۲۶/۸ کاغذ، کتابت، طباعت عمدہ۔ ضخامت ۹۴ صفحے قیمت ۴ر پتہ :- دفتر رسالہ ترجمان القرآن ملتان روڈ لاہور۔

اس رسالہ میں مصنف نے پہلے قومیت اسلام کے زیرعنوان قومیت کی تعریف بیان کی ہے پھر اس کے عناصر ترکیبی بتانے کے بعد اُن میں سے ہر ایک پر بحث کرکے بتایا ہے کہ جو قومیت نسلی وطنی، معاشی، یا کسی سیاسی نظام وامتیاز سے وابستہ ہو وہ امن عالم کے لیے سرچشمۂ فتنہ وشر ہوتی ہے، ان عناصر پر تنقید کرنے کے بعد اسلامی قومیت پر بحث کی گئی ہے جو صفحہ ۳۴ پر ختم ہوجاتی ہے صفحہ ۳۵ سے "کلمۂ جامعہ" کے زیرعنوان ایک مختصر تقریر شروع ہوجاتی ہے جو مصنف نے حیدرآباد کے کسی جلسہ میں پڑھی تھی صفحہ ۴۶ سے اخیر تک "متحدہ قومیت اوراسلام" کے زیرعنوان جوکچھ لکھا ہے وہ دراصل مولانا حسین احمد مدنی کے رسالہ پر تنقید ہے جو اسی نام سے ابھی حال میں دیوبند سے شائع ہوا ہے۔

قومیت اسلام سے متعلق اس رسالہ میں جوکچھ لکھا گیا ہے ہم کو اُس سے پورا اتفاق ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مصنف نے عام اخباری پروپیگنڈہ سے متاثر ہوکر "قومیت متحدہ اوراسلام" کے زیرعنوان جس زورقلم کا مظاہرہ کیا ہے وہ انگلستان کے کسی مذہبی دہشت انگیز Religious Shocker کے طرزبیان کے شایاں ہو تو ہو کسی سنجیدہ صاحب قلم وعلم کے ہرگز شایاں نہیں ہے۔ مصنف نے اس مضمون میں مولانا حسین احمد کو "برطانیہ دشمنی" کا جگہ جگہ اس

انداز سے طعنہ دیا ہے کہ ہمیں اُن کی "برطانیہ دوستی" کا شبہ ہونے لگتا ہے۔

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے ؟
ہوئے تم دوست جسکے دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو

اور جی چاہتا ہے کہ انہیں بھی "الحب فی اللہ والبغض فی اللہ" کی وہ حدیث مع اُس کے حقیقی مفہوم کے سُنادی جائے جو وہ مولانا حسین احمد کو بار بار سنا رہے ہیں معلوم نہیں جس حکیم نے حبك الشئ یعمی ویصم کہا ہے وہ اس باب میں مصنف کے غیر سنجیدہ طرز بیان کے لیے کوئی وجہ وجیہہ بتا سکیگا یا نہیں ؟

مصنف کو شکوہ ہے کہ مولانا حسین احمد نے اپنے رسالہ میں جا بجا لفظی مغالطے دیے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ مصنف نے اپنی زبانِ قلم سے اس امر کی نہایت قوی شہادت بہم پہنچادی ہے کہ وہ خود عمداً یا سہواً شدید مغالطے میں پڑے ہوئے ہیں اور "ندانذ" کے باوصف "بدانذ" کا دماغ پر اتنا زبردست استیلا ہے کہ وہ اپنے مخالفوں کی کسی بات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔ مصنف نے خود مولانا حسین احمد صاحب کا جو فقرہ نقل کیا ہے وہ یہ ہے "آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں" اگر اُن میں سلامت روی کو جلا کر بھسم کر دینے والا شرارۂ کج نظری نہ ہوتا تو اُنہیں سمجھنا چاہیے تھا کہ مولانا کا "آج کل" کہنا خود اس کی قوی دلیل ہے کہ اُن کا اپنا عقیدہ یہ نہیں ہے بلکہ وہ اس معاملہ میں دوسروں کی محاکات کر رہے ہیں۔ اب رہا یہ امر کہ یہ محاکات صحیح ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق مصنف نے بین الاقوامی تعلقات (Inter national relations) اور مذہب و اخلاق کی انسائیکلوپیڈیا سے جو عبارتیں نقل کی ہیں اُن سے مولانا کی ہی تائید ہوتی ہے مصنف نے غضب کیا ہے کہ مولانا نے آج کل کے نظریۂ قومیت کو دوسروں کی زبان سے نقل کیا ہے اُس کو خود مولانا کے سر تھوپ دیا ہے۔ اور پھر کانگریس کے نظریۂ متحدہ قومیت پر اُس کو منطبق کر کے ثابت

کرنا چاہتا ہے کہ مولانا نے اپنا اسلامی نقطۂ نظر بدل کر کانگریس کے نقطۂ نظر کو قبول کرلیا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مولانا ایسے راسخ العقیدہ مسلمان عالم کے تصور میں بھی یہ نہیں ہے کہ اسلامی قومیت کبھی بھی مصنف کی بیان کی ہوئی "متحدہ قومیت" پر منطبق ہوسکتی ہے۔ اور نہ کانگریس متحدہ قومیت سے وہ معنیٰ مراد لیتی ہے جو مولانا ابوالاعلیٰ بیان کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا بھی تو کلچرل اٹانومی، اور کراچی کے ریزولیشن کے کیا معنیٰ ہیں جو کانگریس کے نزدیک تسلیم شدہ حقیقتیں ہیں۔ یہاں عمل سے بحث نہیں سوال صرف یہ ہے کہ کیا کانگریس نے "متحدہ قومیت" کو مصنف کے بیان کردہ معنیٰ کے اعتبار سے اپنے اصول میں داخل کرلیا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو دو چار لیڈروں کے بیانات سے نہیں بلکہ کسی تجویز سے اُس کی شہادت بہم پہنچانی چاہیے۔

مولانا حسین احمد مدنی نے اسلامی قومیت کو اُس کے حقیقی مفہوم پر باقی رکھتے ہوئے اس پر بحث کی ہے کہ کیا مسلمان ملکی و وطنی اشتراک کی بنا پر کسی دوسری قوم کے ساتھ کسی سیاسی معاملہ میں اشتراک کرسکتے ہیں یا نہیں، اور اس وقت ایک خاص سیاسی نظام کے ساتھ وابستہ ہونے کی صورت میں ان ہر دو مشترک جماعتوں پر قوم کا اطلاق بمعنیٰ عام ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب آپ نے اثبات میں دیا ہے اور اس کے لیے کتب لغت اور آیات و احادیث سے شواہد پیش کیے ہیں کہ قوم کا لفظ وسیع معانی میں مستعمل ہوتا ہے، اور اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چند جماعتیں اختلاف مذہب، روایات، اور اختلاف تہذیب و معاشرت کے باوجود اگر کسی ایک چیز میں مشترک ہوجائیں تو اُن پر قوم کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ افسوس ہے کہ "قومیت" کے مصنف اس ذرا سی بات کو نہیں سمجھ سکے۔ اور اُنھوں نے اس کو "اسلامی قومیت" قرار دے کر لعن طعن شروع کردیا حالانکہ یہ "قومیت عامہ" اسلامی قومیت پر مطلقاً اثر انداز ہی نہیں ہے۔ مصنف کو شکایت ہے کہ مولانا حسین احمد نے "قومیت" اور "اُمت" کے لفظ سے مغالطہ دیا ہے لیکن اگر یہ مغالطہ ہے تو کیا

اُس مغالطہ سے بھی زیادہ ناقابل معافی ہے جو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے پنجاب کے ایک گاؤں کا نام "دارالاسلام" رکھ کر تمام مسلمانانِ ہند کو دیا تھا۔

سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا؟

ایک ہی مضمون کو بار بار کہنا، متضاد باتیں بیان کر جانا، یہ وہ نقائص ہیں جو ہر زیادہ اور بے ضرورت لکھنے والے کے کلام میں پائی جاتی ہیں اس لیے اگر اس رسالہ میں بھی تکرار اور تضاد بیان پایا جاتا ہے تو ہمیں اس پر متعجب نہ ہونا چاہیے لیکن اس رسالہ کا سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس میں مصنف نے مولانا حسین احمد اور دوسرے علماء کرام پر جو سب و شتم کیا ہے وہ کسی طرح ایک مدعی اصلاح کے لیے سزاوار نہیں ہے۔ سیاسی اختلاف دوسری چیز ہے ہم خود اس معاملہ میں کسی خاص جماعت کے نقطۂ نگاہ کے پابند نہیں لیکن اس طرح اپنی تعلی کرنا، اور اکابر کی تحمیق و تجہیل کرنا شایانِ علم و متانت نہیں، بلکہ خود فضائل اخلاق سے فرومایہ ہونے کی دلیل ہے۔ خودداری ممدوح سہی مگر خود پرستی و خودستائی تو اوروں اپنے تئیں دوسروں کی نگاہ میں ذلیل کر دیتی ہے۔

اتنی نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حکایت   دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ!

"اسلامی حقوق اور مسلم لیگ" از مولوی عبدالصمد صاحب رحمانی ضخامت ۴۸ صفحات کتابت طباعت متوسط۔ قیمت ۴؍

یہ دراصل ایک ٹریکٹ ہے جس میں مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کے اُن دو خطوں کو جمع کر دیا گیا ہے جو آپ نے مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کے نام لیگ کے اجلاس پٹنہ کے موقع پر تحریر کیے تھے۔ مولانا نے ان خطوط میں ارکانِ لیگ کو مسلمانوں کی ملّی، سیاسی اور